Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقررہ نصاب کے مطابق

اصطلاحات قرآن



الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم -33، نزد جمالی پُل، M-9 موڑوے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

عِلْمٌ (عَلِمَ یَعْلَمُ) کہتے ہیں کسی چیز کو کماحقہ جاننا۔ پہچاننا۔ حقیقت کا ادراک کرنا۔ یقین حاصل کرنا۔ محسوس کرنا۔ محکم طور پر معلوم کرنا۔ (تاج العروس۔ محیط المحیط) اسی سے تعلیم ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ (الرحمٰن: ۲-۱) "اللہ جو نہایت مہربان ہے اس نے قرآن کی تعلیم فرمائی ہے۔" وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ: ۳۱) "اور اس نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے۔" عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ (العلق: ۴-۵) "جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو ان چیزوں کا علم دیا جن کو وہ نہ جانتا تھا۔" وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا (انعام: ۹۱) "تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو تم نہ جانتے تھے۔" وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ (آل عمران: ۱۶۴) "اللہ کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔" اس طرح ادراکِ حقیقت کرنے والے کو عالم کہتے ہیں جس کی جمع عالمون آتی ہے۔ علیم کی جمع علماء یعنی گہرا اور پختہ یقین رکھنے والے۔ ابن فارس کا کہنا ہے کہ اس مادہ کے بنیادی معنی کسی چیز پر ایسے نشان کے ہیں جس سے وہ شے دیگر اشیاء سے متمیز ہو سکے۔

اشیاء کی اس تمیز کے لیے دنیا میں دو طریقے رواج میں آئے۔ ایک یونانی عقلیت کا استخراجی منطق (Deductive Logic) دوسرا استقرائی منطق (Inductive Logic) کا طریقہ۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ استخراجی طریقۂ علم کلیات سے جزئیات کی طرف آکر تعین کرتا ہے۔ جب کہ استقرائی طریقۂ تعلیم جزئیات کے مطالعہ سے کلیات کو مرتب کرتی ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ انسان فانی ہے تو استخراجی منطق اس کلیہ سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ چونکہ تمام انسان فانی ہیں اس لیے زید بھی جو

انسان ہے فانی ہے۔ مگر استقرائی سوچ کا ذریعہ انسان کی ساخت اور تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے اور پھر زمین کے ہر خطے کے انسان کا مطالعہ کر کے شواہد جمع کرتا ہے اور اس تفصیلی مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ تمام انسان فانی ہیں۔

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کا مفہوم استقرائی منہاج تحقیق ہے، کیونکہ قلم تفصیلی تحقیق کے نتائج کو مرتب کرتا ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے۔ قلم کے بغیر حاصل ہونے والا علم تجربہ و مشاہدہ پر مبنی نہیں ہوتا جبکہ قلم کے واسطہ سے حاصل شدہ علم تجربہ و مشاہدہ پر مبنی ہوتا ہے۔ وحی اول نے علم بالقلم کے ذریعے ارتقائے انسانی کو تجربہ و مشاہدہ کے دور میں داخل کر دیا۔

قرآن مجید میں بار بار آفاق، آسمانوں، خلا، سیاروں، زمین، پانی، ہوا، مٹی اور زمین میں پوشیدہ حقائق کی طرف توجہ، تدبر اور تحقیق کرنے کا حکم دے کر سائنسی علم کی نشاندہی کی گئی ہے، غیر سائنسی یا غیر استقرائی علم کو پیش نہیں کیا۔ بلکہ ایسی باتوں کو جن کی عقلی اور تجرباتی بنیاد نہ ہو ان کو مکڑی کے جالوں سے تشبیہ دے کر ان کا رد و کد کیا ہے۔ قرآن حکیم خارجی کائنات کے متعلق علم حاصل کرنے پر زور اس وجہ سے دیتا ہے کہ اس علم کی بنیاد دلائل و براہین اور حقائق و شواہد پر ہوتی ہے۔

یہ قلم کا علم ہی ہے جس سے قدرت کی کارسازیوں کو جانچنے کے مقاصد حاصل ہوتے ہیں اور جنہیں دور حاضر کی اصطلاح میں سائنسی علوم کہا جاتا ہے۔ سورۃ فاطر میں نباتات، جمادات انس و حیوانات میں قدرت کی تخلیقی کارسازیوں کے بیان کے بعد فرمایا اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ (فاطر: ۲۸-۲۷) ”اللہ کا خوف انہی دلوں میں پیدا ہو سکتا ہے (جنہوں نے کائنات کے ان حقائق اور اسرار کا مطالعہ کیا ہے اور جو) اس کے علم و حکمت سے بہرہ اندوز ہیں۔“

قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ:

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ:۳۱)

"اللہ نے آدم (آدمی) کو تمام اشیائے کائنات کا علم عطا کر دیا۔"

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ (العلق:۵-۴)

"اس نے قلم کے ذریعے سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔"

ان آیات کا مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر علم کی صلاحیت رکھ دی ہے یا استعداد عطا کر دی ہے۔ اب اس استعداد کی بنیاد پر انسان اپنی تمدنی زندگی میں اس کے مقتضیات کو خود حاصل کرے گا۔

اب علم کا وہ حصہ جو معرفت خداوندی اور ذاتی اصلاح و تربیت، اجتماعی زندگی کے مستقل اقدار کی رہنمائی کے لیے انسان کو وحی کے ذریعہ انبیاء کی وساطت سے ملتا ہے وہ وجود (Ontology) اور علم (Epistemology) کے اساسی مسائل کے حل ساتھ آخری کتاب میں عطا ہو گیا۔ اسی علم کی ضرورت باہر سے نہیں رہے گی۔ اسی بات نے نبوت کے خاتمہ کے اسباب مہیا کر دیے۔ خود وحی اول ہی اس بات کا پیغام تھا کہ اب انسانوں کو بار بار نبوت کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کیونکہ وحی نے اساسیات دین Fundamentals عطا کر دے ہیں اب ان کی روشنی میں انسان اپنے نصب العین، اپنی وحدت اور اپنی جنت کو حاصل کر لے گا۔

قرآن حکیم کی درج ذیل آیت میں تین شہادتوں کا ذکر ہوا ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ (آل عمران:۱۸)

اللہ تعالیٰ کی شہادت، ملائکہ کی شہادت اور اولوا العلم یعنی علم والوں کی شہادت۔ اللہ تعالیٰ کی اپنی شہادت یہ ہے کہ ہر گوشے میں اس کائنات کے خالق نے ایک میزان

رکھی ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ پیمانوں، قوانین اور میزان سے باہر نہیں۔ تمام اشیاء اپنے معین محور پر مدار سے ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہو رہیں۔ یہ اس بات کی شہادت ہے کہ وہی ایک ذات ہے جس کے لیے تمام ستائشیں اور اطاعت سے جو غلبہ والی ذات ہے۔ جس کی تدبیر سے تمام کارخانۂ ہستی قائم ہے اور حکمت والی ذات ہے کہ اس نے کارخانۂ ہستی کا ہر گوشہ بالقسط قائم رکھا ہے۔

ملائکہ کی شہادت اس لیے پیش کی گئی ہے کہ وہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے ارادوں کے نفاذ کا ذریعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں تک اس کی وحی پہنچانے کا واسطہ ملائکہ ہی بنتے ہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے قائم بالقسط ہونے کے، اس کی مخلوقات میں شاہد اول وہی ہیں۔

ملائکہ کے بعد اولوالعلم کی شہادت ہے۔ اس لیے کہ اولوالعلم کائنات کی حقیقتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیے گئے وَعَلَّمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا اور عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اور عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ روسے اپنے گہرے یقین، اپنی تحقیقات اور تجربات و مشاہدہ سے دریافت کرتے ہوئے انسانوں تک اس کی شہادت لے آتے ہیں۔ خداشناسی یا توحید شناسی میں ان کی شہادت قابل قدر ہے۔ جو بھی آدمی یہ شہادت زیادہ دے پائے گا وہ ارفع مرتبہ پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو اس کی ضرورتوں اور اس کے کاموں کا علم انہیں دیا۔ اسی طرح انسانوں کو ارادہ و اختیار کا حق دینے کی وجہ سے انہیں وقت بوقت وحی کے ذریعہ ضروری ہدایت کا بندوبست بھی کیا۔ وہ بندوبست آخری طور پر قرآن حکیم کی صورت میں مکمل ہو گیا اور اس طرح وحی بھی منقطع ہو گئی اب اولوالعلم بھی وحی کے ذریعہ حاصل اسی شہادت کو دنیا میں آگے بڑھائیں گے۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ (الکہف:۶۵) کا ذریعہ بھی ملائکہ کی لائی ہوئی تعلیم ہے۔

قرآن حکیم نے انہی علم والوں کے متعلق بتایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کو محکم اور اٹل سمجھتے ہیں اور ان کی حقائق پر ان کا یقین محکم ہوتا ہے۔

وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران:۷)

"جو لوگ علم میں رسوخ رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں "ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ عقل اور بصیرت رکھنے والے لوگ ہی دانائی حاصل کرتے ہیں۔"

یہ صاحبان عقل و بصیرت اور ارباب فکر و نظر زندگی کے ہر گوشے میں اللہ تعالیٰ کی کارسازیوں اور قوانین کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہیں اور کائنات کی تخلیق و ترکیب پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور اپنی تحقیقات کے بعد خود کو حاصل بصیرت کی بنیاد پر پکار اٹھتے ہیں کہ "اے ہمارے رب! تو نے اس کارخانۂ ہستی میں کچھ بھی عبث اور بیکار پیدا نہیں کیا۔ تیری ذات اس سے بہت بلند ہے۔

وہ اپنے یقین و رسوخ علم سے جانتے ہیں کہ وحی کی تعلیم برحق ہے۔

وَ یَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَ یَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝ (سبا:۶)

"اور جن کو علم عطا ہوا ہے وہ، اس چیز کو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتاری گئی ہے، سمجھتے ہیں کہ یہی حق ہے اور وہ خدائے عزیز و حمید کے راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔"

یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو حقیقی علم کی روشنی عطا ہوئی۔ وہ ان اہل کتاب میں سے بھی تھے جو اپنے نبیوں اور صحیفوں کی بتائی ہوئی علمی روشنی میں بصیرت یافتہ تھے یا مکہ کے سلیم الفطرت لوگوں میں سے بھی کچھ لوگ تھے جو ابراہیمی روایت کے امین

تھے۔ وہ اہل علم تھے اور ان کو ان حقیقتوں کا ادراک تھا جن بنیادوں پر وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو حق سمجھتے تھے کہ یہ کتاب انسانوں کو توحید کی طرف بلاتی ہے اور آخرت میں جوابدہی کو یقینی ٹھہراتی ہے۔ یہ اہل علم لوگ اس حقیقت کو برملا تسلیم کرتے ہیں کہ بغیر کسی شک وشبہ کے یہ کتاب اللہ عزیز وحمید کے راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

قرآن حکیم الکتاب ہے اور رسولؐ کی ذمہ داری اس کی تعلیم ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ (الجمعۃ:۲)

”وہی ہی ہے جس نے امیوں میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث کیا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بیشک یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

الکتاب کی اصطلاح ہم پڑھ چکے ہیں کہ اس کے معنی قانون ہیں اور حکمت کے معنی اس قانون کا مقصد و نتیجہ ہیں۔ قرآن حکیم میں قوانین افراد کے لیے بھی ہیں اور جماعت یا سوسائٹی کے لیے بھی۔ رسول اللہ ﷺ اس قانون کو سکھاتے ہیں۔

مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں کہ:

”ناقابل تبدیل قانون کو عربی میں ”لکھا ہوا قانون“ کہا جاتا ہے۔ حاکم جب ایک قانون کو لکھ دیتا ہے تو اس میں تبدیلی نہیں کرتا۔ اس لیے توریت کے غیر متبدل احکام عشرہ کو ”الکتاب“ کہا گیا ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کو بھی جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں غیر متبدل ہے جو حقیقت میں توریت ہی کا دوسرا ایڈیشن ہے اسے ”الکتاب“ کہا گیا ہے۔“ (مجموعہ تفاسیر امام سندھی، ص ۳۲۷)

قرآن حکیم نے سمع بصر اور قلب کو حصول علم کے ذرائع قرار دیا ہے۔ دوسرے

مقام پر قَلْبٌ کی جگہ فَوَادٌ بھی کہا گیا ہے۔ اس میں علم بذریعہ حواس اور بذریعہ تصورات (Mind) دونوں آجاتے ہیں۔

ع ل م کے اسی مادہ سے اَلْعَلَمُ وَالْعَلَامَةُ بھی آتا ہے جس سے مراد ایسا نشان جس سے کوئی شے پہچانی جا سکے۔ ریگستانوں یا دوسرے راستوں میں راہ کی پہچان کے لیے جو چیزیں کھڑی کر دی جاتی ہیں انہیں بھی عَلَامَةٌ یا عَلَمٌ کہتے تھے۔ (تاج العروس) اور جھنڈے کو بھی اس لیے عَلَمٌ کہتے ہیں کہ اس سے ایک جماعت دوسری کو پہنچانتی ہے۔

❖❖